اسلامی فلسفہ اخلاق اور فکرِ اقبال

Islamic Philosophy of Ethics and Iqbal's thought

ڈاکٹر محسن خان عباسی*

Abstract

There are so many ethical philosophies and attributes for the guidance of human civilization. Among these philosophies are Buddhism, Jainsm, Hinduism, Judaism and Christianity. In history, the effective ethical philosophy which changed so many people, societies and places, is the Muslim or Islamic philosophy of ethics. According to Muslim history and Islamic classical sciences, this philosophy was derived from the Holy Quran and the teachings of the Holy Prophet (Peace be upon Him).

The main challenge of this century is the implementation of the ethical value of Islam. For Allama Iqbal, it is the turning point for all the humanity that once again the Muslim world should lead the philosophy of its true values, like, truth, patience, morality brotherhood and respect for all the nations.

This challenge can only be met with the guidance of the Holy Quran, teachings of the Holy Prophet (Peace be Upon Him). This article analysis the concept of Allama Muhammad Iqbal on the ethical philosophy of Islam. Iqbal has its deep link with the great Muslim poet and thinker, Jalal ud Din Rumi. This article covers the ethical approach and guidance of Jalal ud Din Rumi for Allama Muhammad Iqbal as well.

---

* وزٹنگ پروفیسر(اسلامک سٹڈیز)، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد، پاکستان

تلخیص

مسلم امہ کو درپیش مسائل میں سے سب سے بڑا مسئلہ اخلاقی اقدار کا عملی طور پر نفاذ ہے۔ یہ نفاذ ،بلا رنگ ونسل، مذہب برادری کے عام ہونا ضروری ہے۔ افراد سے اجتماع کے کردار تک ہر سطح پر پھیلے فکری زاویوں سے عملی اخلاقی رنگ جب تک بیدار نہیں ہوتا، تب تک یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔

انسانی معاشروں میں بے شمار اخلاقی فلسفے اور معیارات موجود ہیں۔ بدھ مت، یہودیت و عیسائیت، ہندو مت اور جین مت جیسے اخلاقی فلسفے قرطاس پر موجود ہیں۔ امت مسلمہ کہ جس نے عملی اخلاقیات کی بنیاد پر انسانی اخلاقی معاشرے میں داغ بیل ڈالی تھی۔ اب دوبارہ اسے عازم سفر ہونا ہے۔ مخزنِ اخلاق، قرآن مجید، سیرت طیبہ کریم ﷺ اور اخلاقیاتِ متقدمین و متاخرین دورِ حاضر میں مسلم امہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

اس مقالہ تحقیق میں علامہ محمد اقبال کے فلسفہ اخلاق کو مد نظر رکھتے ہوئے شعری اصطلاحات اور تاریخ اسلام کے فلسفہ اخلاق کو سلیقہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مسلم امہ کے غیور مسلمان، حجازِ مقدس سے نکلنے والے عملی فلسفہ اخلاق کے ساتھ دوبارہ نکلیں اور دنیا میں موجودنسل انسانی کو ایک بار پھر، غیر اخلاقی اور غیر انسانی روایات، افعال اور کرداروں سے نجات دلائیں۔

علامہ محمد اقبال نے بیشتر مقامات پر امتِ مسلمہ کو قرآنی اخلاقِ حسنہ استوار کرنے کا درس دیا ہے۔ انسانی زندگی میں حائل سب سے بڑی مشکل نفس کا سرکش ہو جانا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: اور (قسم ہے) نفس کی اور اس کی جس نے اس کو درست کیا۔۱

اس ضمن میں علامہ محمد اقبال کی نفس کشی، سورج کی روشنی سے اور سفر کی مشکلات سے نفسی آزمائش ہے اور نئے زمانوں و مکاں کی جانب رختِ سفر باندھنا ہے:

اُٹھ کہ خورشید کا سامانِ سفر تازہ کریں
نفسِ سوختہ شام و سحر تازہ کریں۲

علامہ کے نزدیک انسانی زندگی میں روشنی تبھی ممکن ہے جب وہ اپنے نفس کو سُدھانے یا قابو کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ نفس انسانی کی اصلاح سے انسان میں آدمیت پروان چڑھتی ہے اور حوانیت کے عناصر کمزور ہو کر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے ہی اخلاق پروان چڑھتا ہے۔ خلیفہ عبد الحکیم لکھتے ہیں: '' میرے طالب علمی کے زمانے میں ایک مرتبہ علامہ اقبال نے فرمایا: ایک آدمی کو مردہ شمار کرنا چاہیے جب اس میں نئے افکار کی قبولیت کی صلاحیت جاتی رہے اور اس کے طرز فکر اور طرز عمل میں کوئی تبدیلی ممکن نہ رہے۔ علامہ محمد اقبال کے نزدیک زندگی کا ارتقاء خیر و شر، یقین و گمان، نور وظلمت اورعلم و جہل میں امتیاز کی وجہ سے ہی ہے۔'' ۳

مشرق میں علامہ اقبال کی فکر کا زاویہ مغربی اقوام کے فلسفوں کے ترک کرنے اور مسلم معاشرتی طرز علم کو اپنانے میں دکھائی دیتا ہے۔ اپنے ایک شعر میں وہ متنبہ کرتے ہیں:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب مغرب کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے۴

مغربی دنیا کی چکا چوند سے متاثر مشرقی عوام کو اس کا شعور علامہ محمد اقبال کے وسیلے سے ایک صدی بیشتر ہی دے دیا گیا تھا، مگر حیرت ہے کہ دنیا میں نظروں کو خیرہ کرتی اس تہذیب نے حقیقی معنوں میں ایسی صناعت بکھیر دی ہے کہ مشرقی اقوام میں ہر چھوٹا، بڑا، مرد و زن، مبتلائے عشق تہذیب مغرب نظر آتا ہے۔

علامہ محمد اقبال کی نظر جب ان دانش کدوں کی جانب مبذول ہوئی،جن میں علم و حکمت کے موتیوں اور جہان رنگ و بو کی پیدائش کے بجائے، جمود اور فرقہ واریت کے فسوں سنائی دے رہے تھے، تو علامہ اقبال لکھتے ہیں:

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غم ناک
نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ۵

تصوف کا اخلاقی نظریہ کیا ہے؟ اس پر خلیفہ عبد الحکیم لکھتے ہیں:'' اخلاق کے بارے میں تصوف یہ ہے کہ انسان نیکی اس لیے نہ کرے کہ اس سے کوئی مادی یا خارجی یا جسمانی

سزا ملتی ہے یا ملے گی اور بدی سے اس لیے نہ بچے کہ اس کی وجہ سے ابدالاباد تک دوزخ کی آگ میں جلنا پڑے گا، بلکہ نیکی کو آپ ہی اپنا اجر اور بدی کو آپ ہی اپنی سزا سمجھے۔''۶

اسلام نے جس انسان کو پیکر محبت و اخلاص بتایا ہے، قرآن اس کو مومن کے لقب سے تعبیر کرتا ہے۔ وہ مومن جس کا دل تو تواضع اور انکساری کا پیکر ہو، لیکن جسم ہمیشہ تحرک کے گھوڑے پر سوار رہے۔ مومن کا جسم سستی، کاہلی اور آرام طلبی کا خواہاں نہیں ہوتا۔ علامہ کے نزدیک انسان تحرک میں بھی کسی کی نیچا نہ دکھائے، انسانی عظمتوں کا کردار بلند ہو جائے۔ بانگِ درا میں فرماتے ہیں:

میری زبان ِ قلم سے کسی کا دل نہ دکھے
کسی سے شکوہ نہ ہو، زیرِ آسماں مجھ سے۷

علامہ محمد اقبال نے اس شعر میں ایک نئے انداز سے مسلمانوں کے اخلاق و کردار کو سنوارنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کی نگاہ قرآن مجید کی قسموں پر یقیناً گئی ہو گی۔ جس طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم اُٹھائی اور لوگوں کو نورِ ہدایت بخشا۔ اسی طرح خودی کے زریعے اصولی بات سمجھائی کہ اسلام نے تو انسانیت کے ساتھ حسن سلوک کی بات کی ہے۔ اسلام اور قرآن نے انسانیت کو زندگی کے اصول سمجھائے ہیں۔ علامہ محمد اقبال نے بڑھ کر اجتہاد کیا اور ہاتھ اور زبان کے ساتھ قلم کو بھی شامل کیا ہے۔ یہ استعارہ علامہ محمد اقبال کی فکر کا عکاس ہے۔ ان کی فکر اخلاقیات میں نسل انسانیت کی محبت دکھائی دیتی ہے اور ایسا دردِ دل کہ جو اپنے پرائے کی حد کا پابند نہیں۔

علامہ اقبال کی فکر نے مسلمانوں کے نظریۂ حیات کو تنقیدی زاویے سے دیکھنے کی سعی کی ہے۔ ان کی نظر میں مسلمانوں کے نظریہ اخلاقیات اور نظریہ حیات میں تبدیلی واقعہ ہوئی ہے۔۸

اسلام کے نظریہ اخلاق اور نظریہ حیات دونوں میں آزادی کا تصور پایاجاتا ہے۔ یہ آفاقی تعلیمات ہیں، جن کا نفس مضمون آزادی کے پیغام سے لبریز ہے۔

فلسفہ عبادت اور فلسفہ اخلاق میں آزادی کا آفاقی فلسفہ پنہاں ہے، جس کی روح کو

بیان کرتے ہوئے یوسف مثالی لکھتے ہیں: ''زندگی غلامی اور محکومی کی وجہ سے کم سے کم ہوتے ہوتے ایک ندی کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ جس میں بہت کم پانی ہے لیکن آزادی کی حالت میں یہ ایسے سمندر کا روپ دھار لیتی ہے جس کے کناروں کے بارے میں کوئی نہیں بتا سکتا۔''۹

علامہ اقبال کے علاوہ دوسرے مفکرین کے ہاں بھی ایسے ہی ملتے جلتے افکار کا تصور پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر نظریہ افلاطون کے نزدیک، انسان کی زندگی کا صحیح مقصد فطرتِ الٰہی کو اپنانا ہے۔'' انسان کی زندگی کا صحیح مقصد یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اس عالمِ محسوسات سے گریز کرے اور اپنی فطرت کو الٰہی فطرت کے مطابق بنائے۔۱۰

فطرتِ الٰہی سے مراد اخلاقی معیارات ہیں جن کا ذکر افلاطون نے اپنے فلسفہ اخلاق میں بیان کیا ہے۔ اسی فلسفے کو مزید بیان کرتے ہوئے علامہ محمد اقبال سرگزشتِ آدم میں فرماتے ہیں کہ آدم، یعنی نسل انسانی، ہر کام کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچی ہے:

ہوئی چشمِ مظاہر پرست وا آخر
تو پایا خانۂ دل میں اُسے مکیں میں نے ۱۱

قرآنِ مجید نے اسی فلسفہ اخلاق کو اطلاقی پہلو دیا ہے۔ یہ تصور اخلاق، قرآن مجید میں مذکور بہت سارے امور کی نشاندہی کرتا ہے۔ جن میں سچ،خیر، پاکیزگی، سخاوت، انفاق فی سبیل اللہ جیسے امور داخل ہیں۔ یہ قرآن مجید کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی بنیادی تعلیمات سے پھوٹا ہے۔ دورِ حاضر میں علامہ محمد اقبال نے اسے اپنی زبان دی ہے۔

علامہ محمد اقبال نے کچھ اِمثال قرآن مجید سے لی ہیں، جن میں سے ایک مردِ مومن ہے۔ کچھ نقاد ان امثال کو علامہ اقبال کا اپنا تصور نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے نزدیک یہ دوسرے مفکرین سے مستعار لیا گیا ہے۔ جیسا کہ خلیفہ عبد الحکیم لکھتے ہیں کہ اقبال کو نطشے کے فلسفے کے بعض پہلو حیات آفرین ہونے کہ وجہ سے بہت پسند ہیں۔ نطشے کے نزدیک مذاہب دو اقسام کے ہوتے ہیں: ایک جو زندگی کا اثبات کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو اس کی نفی کرتے ہیں۔ علامہ اقبال کے فلسفے کی وضاحت میں لکھتے ہیں، علامہ اقبال کے ہاں

خیر و شر کا پیمانہ لذت نہیں بلکہ جمود سب سے بڑا شر ہے اور حرکت میں برکت ہے۔ ۱۲

اس سے قطع نظر کہ علامہ اقبال نے یہ فلسفہ کہاں سے لیا ہے؟ اگر تھوڑی سی تحقیق کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذاہب میں اور فلسفہ مذاہب میں بعض مقامات پر یکسانیات کے امکانی پہلو موجود رہے ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی علامہ اقبال کے فلسفے کو صرف مغربی فلاسفہ سے مستعار لیا جانا قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ خود ہی لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال کے نزدیک زندگی کی اصلی بھلائیاں متاعِ درد اور امکان نقصان ہی سے ظہور میں آتی ہیں۔ یہ امکان درد اور امکان نقصان ہمیں گوتم بدھ کے فلسفے میں بھی ملتا ہے۔ نظریہ حیات اور گوتم بدھ کی تعلیمات کی وضاحت کرتے ہوئے خلیفہ عبد الحکیم لکھتے ہیں: گوتم بدھ کے نزدیک خالی موت سے بھی نجات نہ ہو سکے گی، جب تک زندگی کی جڑ یعنی آرزو کا قلع قمع نہ کیا جائے۔ ایسے تمام نظریات گریز کے نظریات ہیں۔ مثلا دنیا اچھی نہیں، زندگی میدان کارزار اور عرصہ بیکار ہے۔۱۳

علامہ محمد اقبال کے فلسفہ میں گریز کے فلسفے کے مقابل نفس کامل کا تصور ملتا ہے۔ انسان کامل سے مراد، اخلاقی و روحانی طور پر مکمل انسان ہے۔ جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں۔ جن کا نفس خود بھی بدی سے روکتا ہے اور اعلیٰ اخلاق کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو احسان کرنے والے ہیں، قرآن مجید نے انہیں محسنین کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: البتہ اللہ سے ڈرنے والے (اس روز) باغات اور چشموں میں ہوں گے۔ (بصد شکر) لے رہے ہوں گے جو اُن کا رب اُنہیں بخشے گا۔ بے شک یہ لوگ اس سے پہلے بھی نیک و کار تھے۔ ۱۴

علامہ محمد اقبال نے اس کے علاوہ بھی تصورات دیئے ہیں۔ کہیں نفس کامل والے انسان کو مرد مومن کہا، کہیں مردِ حق کے لقب سے موسوم کیا، کہیں مرد قلندر اور کہیں مرد درویش کا ذکر ملتا ہے۔

علامہ محمد اقبال کے خطبات میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر انسان میں یہ تصورات اور

عملیت مختلف کیوں ہے؟ علامہ مسئلہ ارتقاً پر بات کرتے ہوئے پہلے، جانداروں میں پودوں کا ذکر کرتے ہیں، پھر حیوانات کا اور پھر انسانوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> A human being receiving light from the inner depths of life, are all cases of inspiration varying in character according to the need of the recipient..۱۵
>
> ترجمہ: پودوں اور جانوروں میں ---اور ایک انسانی زندگی میں جب، اندر کی گہرائی سے روشنی نصیب ہوتی ہے تو ہر معاملے میں کردار کی اثر اندازی کی حقیقت حاصل کرنے والے کی ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔

ہر شے کی اخلاقی کیفیت اس کے داخلی و خارجی وجود سے نکل کر ماحول میں اثر انداز ہوتی ہے۔ مغربی معاشروں میں اس کو امتیازات کے ساتھ پرکھا جاتا ہے۔ قرآنی فلسفہ اخلاق،حسی، معنوی اور اطلاقی پہلوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ قرآن مجید حقیقت میں، خَلق سے خُلق تک اور خُلق سے کامل اخلاق حسنہ کی پیروی کا بیان ہے۔ قرآنی فلسفہ اخلاق محبت کے ان تذکروں پر ہے جن کے بارے میں علامہ کہتے ہیں:

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاضِ طور ہوتا ہے۱۶

علامہ محمد اقبال کے نزدیک دورِ حاضر میں قومیں ایک بیمار جسم کی مانند ہیں، انہیں محبت ہی شفا دے سکتی ہے۔ ایک اور مقام پر علامہ کچھ اس انداز سے گویا ہوتے ہیں:

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے ۱۷

اسلامی فلسفہ اخلاقی اقدار، سیرت رسول ﷺ اور فکر اقبال

امتِ مسلمہ کے لیے اعلیٰ انسانی اخلاقی اقدار، حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کریمانہ ہیں۔ مسلم دنیا انسانی اخلاقی اقدار کو انہی معیارات پر پرکھتی ہے۔ ذیل میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اخلاق حسنہ اور فکرِ اقبال کا ایک موازنہ پیش کیا جاتا ہے۔

اسلامی تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ خَلاق ازل نے جس خوبصورتی

سے حضور نبی اکرمﷺ کا پیکر دلبریں تخلیق فرمایا ہے، اس کی نظیر اور اس کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نسلِ انسانی میں نہ کوئی بشر ایسا آیا اور نہ آ سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی اکرمﷺ کے اخلاق کریمانہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

ترجمہ: آپﷺ اخلاق حسنہ کے اس بلند ترین مقام پر فائز ہیں۔ یہ وہ اخلاق ہیں جو عظمت کا مینار ہیں۔ ۱۸

دورِ حاضر کی ایک فکر یہ بھی ہے کہ آپﷺ جیسی عظیم الشان شخصیت کے اخلاقِ حسنہ کی پیروی ممکن نہیں۔ ایسی فکر کسی دور میں بھی نہیں رہی۔ اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلے اس کی پیروی حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان فرماتے۔ تابعین فرماتے، اتباع التابعین فرماتے۔ انسان کے بس میں آپﷺ کے اسوۃ حسنہ اور نمونہ کامل کی پیروی کرنا ہے اور اس کے لیے کوشش اور جدو جہد کرنا ہے۔ علامہ محمد اقبال مردِ مسلماں کی اصطلاح متعارف کراتے ہوئے دورِ حاضر کے کم ہمت مسلماں سے مخاطب ہیں:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن
گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان!
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان ۱۹

آپﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ کا مزاج اقدس، حُسن تکلم، تبسم، گریہ، عبادت، خشیت، رفتار، اندازِ نشست و برخاست اور معمولاتِ زندگی ہمیشہ پر نور رہے۔

آپﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کو قرآن قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کیسے تھے؟ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: آپﷺ کا خُلق قرآن ہی ہے۔ ۲۰

آپﷺ کے عشاقان میں سے بعض نے اس قدر پیروی فرمائی کہ تعظیم کو درجہ کمال بخشا۔ ایک معروف قول کے مطابق، حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری

زندگی خربوزہ کھانے سے اس لیے گریز کیا کہ انہیں اس بات کا علم نہ ہو سکا کہ حضور نبی اکرمﷺ نے خربوزہ کیسے کھایا تھا۔

علامہ محمد اقبال کی زبان یوں گویا ہوئی:

کاملِ بسطام در تقلیدِ فرد
اجتناب از خوردنِ خربوزہ کرد۲۱

حضور نبی اکرمﷺ کے اخلاق کریمانہ کا ذکر جمیل کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اجود الناس صدرا، اصدق الناس لهجة، و الينهم عريكة ۲۲

حضور نبی اکرمﷺ دل کے سب سے بڑھ کر سخی، زبان میں سب سے بڑھ کر سچے اور مزاج کے سب سے بڑھ کر نرم تھے۔

علامہ اقبال کی زبانِ سوز نے اس کو کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے:

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہءِ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب۲۳

آپﷺ کے مزاج مبارک میں جمال اور جلال دونوں خصوصیات یکساں پائی جاتی تھیں۔ سیرت الرسولﷺ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپﷺ کی طبیعت مبارکہ میں اعلیٰ درجے کا حسین اعتدال پایا جاتا تھا۔ جس میں آپﷺ کی طبیعت مبارکہ میں جلال سے زیادہ جمال پایا جاتا ہے۔

علامہ اقبال کی فکر میں یہ راسخ عقیدۂ محبت اور محویت ابتداء ہی سے موجود تھا۔ ''وہ نعتیہ کلام جس میں حضور نبی اکرمﷺ کے حسن و سیرت اور رحمت و شفقت کا بیان ہے۔ نظریاتی سطح کے ساتھ جمالی سطح بھی ابتداء ہی سے اقبال کے کلام میں موجود ہے۔ بغور دیکھا جائے تو طالبِ علمی کے زمانے ہی سے اقبال کے شعور میں یہ دونوں لہریں ساتھ ساتھ چلتی رہی ہیں۔۲۴

علامہ محمد اقبال نے اس کا یوں تشبیہانہ انداز سے بیان کیا ہے:

شوکت سنجر و سلیم، تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید، تیرا جمال بے نقاب۲۵

دورِ حاضر میں آزادی افکار کو افکارِ حاضر نے جس تیزی سے نگلا ہے، تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج نوجوان نسل کو درست سیرت و کردار میسر نہیں جب وہ معاشرے میں دین کی طرح طرح کی توجیحات اور افراد کو دیکھتے ہیں تو دین سے ہی دور چلے جاتے ہیں۔

عہد علامہ محمد اقبال میں ہی اس کا آغاز ہو چکا تھا۔ صیاد کے پھندہِ آزادی میں پھنسا دیکھ کر آپ، مسلمان کے معنیٰ آزادی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ہے کس کی یہ جرات کہ مسلمان کو ٹوکے
حریتِ افکار کی نعمت ہے خداداد
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس
چاہے تو کرے اس میں فرنگی صنم آباد
قرآن کو بازیچہ ء تاویل بنا کر
چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکتِ ہند میں اک طُرفہ تماشہ
اسلام ہے محبوس، مسلمان ہے آزاد ۲۶

آپ نے اس مسئلے کا حل احکامِ الٰہی میں ہی تلاش کیا ہے۔ آپ کی نظر میں مومن احکام الٰہی کا پابند ہوتا ہے۔ جب وہ احکامِ الٰہی کا پابند ہو جائے تو تقدیر خود ہی سنور جاتی ہے۔ آپ کے نزدیک نباتات اور جمادات تقدیر کے پابند ہیں۔ انسانی شعور اخلاق میں ڈھل کر اپنی تقدیر خود سنوار سکتا ہے۔

پابندئ تقدیر کہ پابندی احکام
یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مردِ خرد مند
اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش ابھی خورسند

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند۲۷

مولانا جلال الدین رومی اور فکر اقبال

اخلاقِ کاملہ کی تلاش میں اقبال مولانا جلال الدین رومیؒ کے مرید بنتے دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں: ''اگر کسی کے دل میں حضورﷺ کی چاہت و محبت نہیں تو اس کی زندگی بھی بے معانی ہو گی وہ بد نصیب عالمِ برزخ اور آخرت میں بھی رحمتِ الٰہی سے محروم رہے گا۔''۲۸

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کے ساتھ علامہ محمد اقبال کے قلبی و حُبی تعلق کی بنیاد عشقِ رسولﷺ ہی تھی۔ اِسی عشق، تعلیمات، کردار اور فکر کا عکس حضرت محمد اقبال کی شخصیت و فن میں نظر آتا ہے۔

علامہ اقبال بحضور شمسؒ و رومیؒ کچھ اس طرح سے عرض گزار ہوتے ہیں:

مطرب غزلے، بیتے از مرشد، روم آور
تا غوطہ زنم کا نم در آتش تبریزے
(مطربا! کوئی غزل یا شعر پیر روم کا ۲۹
تا میری جاں غوطہ زن ہو آتش تبریز میں)

علامہ محمد اقبال کے نزدیک خودی کا سر ادراک اور حقیقت کا جاننا ہے۔ یہ صرف کشف اور وجدان ہی سے ممکن ہے۔ علامہ محمد اقبال کی نگاہ نے یہ دیکھ لیا تھا کہ خُلق کے کامل نمونہ کی پیروی، مولانا جلال الدین رومیؒ کے بس میں ہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ محمد اقبال، مولانا جلال الدین رومیؒ کو اپنا روحانی پیر مانتے تھے۔ کشف اور وجدان کے ذریعے ادراک حقیقت کے بعد صوفی صحیح معنوں میں عاشق ہو جاتا ہے کہ بہ رغبت تمام محبوبِ حقیقی کے تمام احکام کی پیروی کرتا ہے۔''۳۰

علامہ محمد اقبال کی نظر جب مولانا رومؒ کی شخصیت و اخلاق پر پڑی، تو آپ بول

اُٹھے، اگر نوجوانوں کو اپنا کردار درست کرنا ہے، وہ بنیادی اخلاقی کردار، وہ جوہر جو ماضی کے دھندلکوں میں کہیں کھو گیا ہے۔ اس فکر کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

غلط نگر ہے تری چشمِ نیم باز اب تک
ترا وجود ترے واسطے ہے راز اب تک
ترا نیاز نہیں آشنائے ناز اب تک
کہ ہے قیام سے خالی تیری نماز اب تک
گُسستہ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک
کہ تو ہے نغمہ رُومی سے بے نیاز اب تک ۳۱

اس جھوٹی دنیا میں، جہاں دجل، فریب، ملمع کاری اور نفس پرستی کا بازار ہے۔ مولانا جلال الدین رومیؒ کی نظر میں سب سے باکردار اور بااخلاق انسان، ایک عاشق حقیقی ہی ہو سکتا ہے اور یہ کام صرف نگاہِ کامل ہی سر انجام دے سکتی ہے۔ فلسفہ کی موشگافیاں، عقل کی عیاریاں اور نفس عیاشیاں کبھی انسان کے کردار وفن درست نہیں رہنے دیتیں۔ ان سب کا علاج کی نظر میں عشق کا تریاق ہے۔ وہ جوہر جو ہر بیماری کا علاج اور ہر پریشانی کا مداوا ہے۔

عاشقِ حقیقی اور مردِ درویش کی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فردوس میں رومی سے یہ کہتا تھا سنائی
مشرف میں ابھی تک وہے وہی کاسہ، وہی آش
حلاج کی لیکن یہ روایت ہے کہ آخر
اک مردِ قلندر نے کیا رازخودی فاش ۳۲

حضرت مولاناجلال الدین رومیؒ کی نظر میں نیک لوگوں کی سنگت و صحبت انسان کو اُجلا بناتی ہے، اسے پاک صاف کرتی ہے اور اسے نکھارتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں: ’’ نیک لوگوں کی قربت سے ہمیشہ فائدہ ہوتا ہے۔‘‘۳۳

مولانا جلال الدین رومیؒ کو نسبتِ شمس تبریزؒ نہ ملتی تو وہ کبھی مولائے روم نہ بنتے۔ دنیا میں ہزار عالم پیدا ہوئے اور مالکِ حقیقی سے جا ملے مگر مولائے روم صرف جلال الدین

رومی ہی ہیں۔

مولوی ہر گز نشد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزؒ نشد ۳۴

مولانا روم کہتے ہیں آدمیت توصیف خداوندی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ انسانیت کا کمال، خوفِ خدا میں ہے۔ انسانی وقار، کم بولنے میں، انسانی پاکیزگی گناہوں سے دوری میں ہے۔ انسانی حیأ، شہوتوں کے ترک میں ہے۔ انسانی معراج، قیامِ شب میں ہے۔ انسانیت کا عروج، صبر میں ہے۔ رازِ اخلاق، مجلس درویش کے بغیر میسر نہیں آ سکتے۔نسل انسانی، نیک اور کامل کی صحبت دوام تک لے جاتی ہے۔ انفاق، اسنان کے راستے کے مصائب کو ختم کر دیتا ہے اور بہترین کلام انسانی شرف و عزت کا باعث ہے۔ یہ فلسفہ اخلاق، مولاناجلال الدین رومیؒ کے ان اقوال کی ترجمانی ہے، جو ذیل میں دیئے جا رہے ہیں:

تمام تعریف و توصیف خدائے واحد کے لیے ہے اور اس کے پیغمبرﷺ پر سلام ہو۔۔۔!!

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کھلے اور چھپے خدا سے ڈرنے کی ۔۔۔
کھانے، سونے، بولنے میں کمی کرو!
گناہوں سے دور رہو!
قیام شب اور روزوں کا اہتمام کرو!
ہر طرح کے انسانوں کی جفاؤں کو برداشت کرو!
نادانوں اور عامیوں کی ہم نشینی چھوڑو!
نیکوں،بزرگوں کی صحبت اختیار کرو!
بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔۔۔
بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور دلیل والا ہو۔۔۔ ۳۵

مولانا جلال الدین فرماتے ہیں:” سچائی کے بے شمار راستے ہیں، مگر جو راستہ میں

نے چنا وہ محبت ہے۔ اگر تم بلندیوں کو چھونا چاہتے ہو تو اپنے دل میں انسانیت کے لیے نفرت کے بجائے محبت آباد کرو۔'' ۳۶

حاصل بحث

علامہ محمد اقبال کی فکر میں اُمتِ مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اخلاقی فلسفہ قرآن و سنت اور احترام آدمیت کو سمجھتے ہوئے اپنے افکار اور کردار میں تبدیلی پیدا کریں۔ نوجوان نسل کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ موجودہ دور میں اس آفاقی پیغام کو نہ صرف سمجھیں عمل کریں بلکہ اس کے فروغ کے لیے کردار ادا کریں۔ اسی سے مسلم معاشروں میں تبدیلی کا آغاز ہو گا۔

حوالہ جات

۱ *القرآن*، سورۃ الشّمس ۱۹، آیت ۷

۲ علامہ محمد اقبال، *کلیاتِ اقبال*، (بال جبریل)، اقبال اکادمی، لاہور، ص ۳۲۷

۳ خلیفہ عبد الحکیم، *اقبال اور تصوف*، مجلّہ اقبالیات(اردو)، جنوری تا مارچ ۱۹۶۶، مدیر بشیر احمد ڈار، اقبال اکادمی، لاہور، ص ۱۴۰

۴ علامہ محمد اقبال، *کلیاتِ اقبال*، (بانگ درا)، ص ۳۰۵

۵ علامہ محمد اقبال، *کلیاتِ اقبال*، (بال جبریل)، ص۳۷۸

۶ خلیفہ عبد الحکیم، *اقبال اور تصوف*، ص ۱۴۹

۷ علامہ محمد اقبال، *کلیاتِ اقبال*، (بانگ درا)، ص ۱۰۷

۸ خلیفہ عبد الحکیم، *اقبال اور تصوف*، ص۱۵۱

۹ *کلیاتِ اقبال* (شرح)، علامہ محمد اقبالؒ(ترجمہ: یوسف مثالی)، عبد الکریم اکیڈمی، مارکیٹ، اردو بازار، لاہور، ص ۴۸۸

۱۰ *مختصر تاریخ فلسفہ یونان*، ڈاکٹر ویلہم نیسل(ترجمہ: خلیفہ عبد الحکیم) دار الطبع جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد، دکن، ۱۹۳۴ء، ص ۱۳۱

۱۱ علامہ محمد اقبال، *کلیاتِ اقبال*، (بانگ درا)، ص ۱۰۹

۲۱ خلیفہ عبد الحکیم، *اقبال اور تصوف*، ص ۱۳۸۔۱۴۲

۱۳ ایضا!ص ۱۴۲

۱۴ القرآن الکریم، سورۃ الذٰریات ۵۱، آیت ۱۶

15- *The Reconstruction of Religious Thoughts in Islam*, Allama Muhammad Iqbal, Oxford University Press, 1930, p. 119.

۱۶ علامہ محمد اقبال،*کلیاتِ اقبال*، (بانگ درا)، ص ۱۰۲

۱۷ ایضا!ص ۱۰۳

۱۸ القرآن، سورۃ القلم۶۸، آیت ۵

۱۹ علامہ محمد اقبال،*کلیاتِ اقبال*، (ضربِ کلیم)، ص۵۷۳

۲۰ مسند احمد بن حنبل، جلد ۸، ص ۱۴۴

۲۱ علامہ محمد اقبال،*مثنوی اسرارِ خودی*، ونین سٹیم پریس، لاہور، ص۴۲

۲۲ ترمذی، *الجامع الصحیح*، ابواب المناقب،جلد ۵، ص ۵۹۹: رقم ۳۶۳۸

۲۳ علامہ محمد اقبال،*کلیاتِ اقبال*، ص۴

۲۴ عروج اقبال، *پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی*، اقبال اکادمی، لاہور، ص ۱۸۲

۲۵ علامہ محمد اقبال،*کلیات اقبال*، ص ۴

۲۶ علامہ محمد اقبال،*کلیات اقبال*، (ضربِ کلیم)، ص ۵۷۵

۲۷ علامہ محمد اقبال،*کلیاتِ اقبال*، (ضربِ کلیم)، ص۵۷۷

۲۸ مولانا جلال الدین رومی، *حکایاتِ رومی*، بک کارنر شو روم، بک سٹریٹ، جہلم،ص ۶۴

۲۹ علامہ محمد اقبال،*کلیاتِ اقبال*، (پیام مشرق)،ص ۴۴۳

۳۰ مولانا جلال الدین رومی، *حکایاتِ رومی*،ص ۴۴

۳۱ علامہ محمد اقبال،*کلیات اقبال*، (ضربِ کلیم)، ص۶۳۳

۳۲ ایضا!، ص ۶۳۰

۳۳ مولانا جلال الدین رومی، *حکایاتِ رومی*،ص ۴۴۔۴۵

۳۴ ایضاً۔

۳۵ مولانا جلال الدین رومی، *حکایاتِ رومی*،ص ۲۲

۳۶ طیبہ ضیأ، علاج آتش رومیؒ کے سوز میں ہے ترا۔۔۔! (کالم: مکتوب امریکہ)، نوائے وقت: اسلام آباد، ۱۵۰۲۔۱۲۔۰۹

NIHCR

IDEOLOGY OF PAKISTAN

SAEED UD DIN AHMAD DAR